مولانا اشہد رفیق ندوی

شیخ احمد سرہندیؒ کے تجدیدی کارنامے
علماءِ عصرِ جدید کی نظر میں

شیخ احمد بن عبدالاحد زین العابدین سرہندیؒ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ مطابق ۱۵۶۴-۱۶۲۴ء) مجدد الف ثانیؒ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ دراصل ان کا خطاب ہے جو اتنا مشہور ہوگیا کہ اصل نام تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں بہت ڈھونڈنے کے بعد ملتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو یہ خطاب عہدِ اکبری و عالم گیری میں ان کے انقلابی وتجدیدی کارناموں کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اس خطاب کے پسِ منظر میں سنن ابی داؤد کی ایک مشہور روایت ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے یہ پیشنگوئی فرمائی ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا' جو اس کے لئے اس دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے" (۱) سنتِ الٰہی کے مطابق ہر زمانہ اور صدی میں مصلحین ومجددین پیدا ہوتے رہے' اور دین کو نیا اور تازہ کرتے رہے ہیں' مگر اسلام کی تقریباً چودہ سو سال کی تاریخ میں یہ خطاب صرف حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو حاصل ہوا اور خطاب کے لاحقہ الف ثانی کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ یہ پورے دوسرے ہزار یہ کے لئے مجدد بنائے گئے۔

شیخ سرہندیؒ کی ذات اور کارنامے اتنے عظیم ہیں کہ ہر دور کے علماء ومحققین انہیں موضوع بحث بناتے رہے ہیں۔ عصرِ جدید کے متعدد جلیل القدر علماء کرام نے بھی ان کے افکار وخیالات اور تجدیدی کارناموں کا گہرا مطالعہ کیا اور انہیں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ علامہ اقبالؒ مولانا منظور نعمانیؒ مولانا محمد عبدالشکور فاروقیؒ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں انہی علماء ومحققین کی تحقیقات ونگارشات کے حوالہ سے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے مقام ومرتبہ کا تعین اور اس بلند مقام تک پہنچنے کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

معاصر محقق ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری نے حضرت شیخ کے ایک مکتوب کے حوالہ سے اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ "حضرت خود کو ایک ولی سے بڑھ کر ایک مجدد سمجھتے تھے' جو الف ثانی میں کارِ تجدید کے لئے اٹھائے گئے ہیں" (۲)

مولانا محمد عبدالشکور فاروقیؒ کو اس دعویٰ پر مکمل شرح صدر ہے' چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "حضرت کا مجدد الف

ہونا بھی ایک بڑی چیز ہے' آپ سے پہلے صدی کے مجدد ہوا کرتے تھے' الف کا مجدد کوئی نہیں ہوا۔ الف ثانی کا آغاز ہی نہ ہوا تھا اور الف اول میں خود ذات اقدس واطہر سید البشر ﷺ کی موجود تھی' آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا' بلکہ خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایک وقت میں متعدد مجدد نظر آتے ہیں' کوئی علم حدیث کا' کوئی فقہ کا' پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے' کوئی فقہ شافعی کا' کوئی علم کلام کا مجدد ہے اور کوئی سلوک واحسان کا' لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے مخصص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں' جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ سے پہلے کے مجدّ دین کو سید الانبیاء ﷺ کی نیابت خاص خاص چیزوں میں حاصل تھی اور آپ کو تمام چیزوں میں نیابت تامہ حاصل ہے' آپ سے پہلے کے مجددوں کی خدمات کا اثر صرف ایک صدی کے لئے ہوتا تھا اور آپ کی مجددیت ایک ہزار سال کے لئے ہے''۔(۳)

مولانا ابوالکلام آزادؒ بھی شیخؒ سے بے حد متاثر ہیں۔ وہ ان کے تجدیدی کارناموں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہدِ جہاں گیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء ومشائخ حق سے بالکل خالی ہوگیا تھا! کیسے کیسے اکابر موجود تھے' لیکن مفاسد وقت کی اصلاح وتجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا' صرف مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا وجودِ گرامی ہی تنِ تنہا اس کاروبار کا کفیل ہوا''۔ (۴)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس سے بھی زیادہ بلند آہنگ میں ان کے تجدیدی کارناموں کو سراہا ہے' تحریر فرماتے ہیں: ''ہندوستان کے مختلف گوشوں میں اس وقت بھی بہت سے حق پرست علماء اور سچے صوفیا موجود تھے' مگر ان کے درمیان وہ ایک اکیلا شخص تھا جو وقت کے ان فتنوں کی اصلاح اور شریعت محمدی کی حمایت کے لئے اٹھا اور جس نے شاہی قوت کے مقابلہ میں یکہ وتنہا احیاء دین کی جدوجہد کی''۔(۵)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے نسبتاً محتاط الفاظ میں یہی باتیں اس طرح کہی ہیں:

''امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ سے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاء شریعت کا جو عظیم کام ہمارے اس ملک میں لیا وہ ابھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے' صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں''۔(۶)

کارِ تجدید کیا ہے: حضرت شیخ سرہندیؒ کے تجدیدی کارناموں کی تفصیلات بے شمار مقامات پر ملتی ہیں' مگر خود کارِ تجدید کیا ہے اور تجدیدی کارناموں کے پرکھنے کا معیار کیا ہے؟ اس موضوع پر ماخذ بالعموم خاموش ہیں۔ مولانا منظور نعمانیؒ نے اس سلسلے میں مختصر اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بہت شرح وبسط کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ مولانا نے اپنی کتاب ''تجدید واحیاء دین'' میں خاص طور سے اسی عقدہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کارِ تجدید کی تعریف وہ

اس طرح بیان کرتے ہیں: ''دراصل تجدید کا کام یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت کے تمام اجزاء سے چھانٹ کر الگ کیا جائے' کسی نہ کسی حد تک اس کو اپنی خالص صورت میں پھر سے فروغ دینے کی کوشش کی جائے''۔(۷)

تجدیدی کارناموں اور مجدد کے معیار کو پرکھنے کے لئے انہوں نے کچھ اصول اور میدان کار متعین کئے ہیں اور انہیں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ اپنے ماحول کی تشخیص: یعنی حالات کا پورا جائزہ لے کر یہ سمجھنا کہ جاہلیت کہاں کہاں کس حد تک سرایت کر گئی ہے؟ کن کن راستوں سے آئی ہے؟ اس کی جڑیں کہاں کہاں اور کتنی پھیلی ہوئی ہیں؟ اور اسلام اس وقت ٹھیک کس حالت میں ہے؟

۲۔ اصلاح کی تجویز: یعنی یہ تعین کرنا کہ اس وقت کہاں ضرب لگائی جائے کہ جاہلیت کی گرفت ٹوٹے اور اسلام کو پھر اجتماعی زندگی پر گرفت کا موقع ملے؟

۳۔ خود اپنے حدود کا تعین: یعنی اپنے کو تول کر صحیح اندازہ لگانا کہ میں کتنی قوت رکھتا ہوں اور کس راستے سے اصلاح کرنے پر قادر ہوں؟

۴۔ ذہنی انقلاب کی کوشش: یعنی لوگوں کے خیالات کو بدلنا' عقائد و افکار اور اخلاقی نقطہ نظر کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا' نظام تعلیم و تربیت کی اصلاح اور علوم اسلامی کا احیاء کرنا اور فی الجملہ اسلامی ذہنیت کو از سرِ نو تازہ کر دینا۔

۵۔ علمی اصلاح کی کوشش: یعنی جاہلی رسوم کو مٹانا' اخلاق کا تزکیہ کرنا' اتباع شریعت کے جوش سے پھر لوگوں کو سرشار کر دینا اور ایسے افراد تیار کرنا جو اسلامی طرز کے لیڈر بن سکیں۔

۶۔ اجتہاد فی الدین: یعنی دین کے اصول کلیہ کو سمجھنا' اپنے وقت کے تمدنی حالات اور ارتقاء تمدن کی سمت کا اسلامی نقطہ نظر سے صحیح اندازہ لگانا اور یہ تعین کرنا کہ اصولِ شرع کے ماتحت تمدن کے پرانے متوارث نقشے میں کس طرح ردوبدل کیا جائے جس سے شریعت کی روح برقرار رہے۔ اس کے مقاصد پورے ہوں اور تمدن کے صحیح ارتقاء میں اسلام دنیا کی امامت کر سکے؟

۷۔ دفاعی جدوجہد: یعنی اسلام کو مٹانے اور دبانے والی سیاسی طاقت کا مقابلہ کرنا اور اس کے زور کو توڑ کر اسلام کے ابھرنے کا راستہ پیدا کرنا۔

۸۔ احیاء نظام اسلامی: یعنی جاہلیت کے ہاتھ سے اقتدار کی کنجی چھین لینا اور از سرِ نو حکومت کو عملاً اس نظام پر قائم کر دینا جسے صاحب شریعت علیہ السلام نے خلافت علی منہاج النبوۃ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۹۔ عالمگیر انقلاب کی کوشش: یعنی صرف ایک ملک یا ان ممالک میں جہاں مسلمان پہلے سے موجود ہوں' اسلامی نظام کے قیام پر اکتفا نہ کرنا' بلکہ ایک ایسی طاقت اور عالمی تحریک برپا کرنا جس سے اسلام کی اصلاحی و انقلابی

دعوت عام انسانوں میں پھیل جائے‘ وہی تمام دنیا کی غالب تہذیب بنے‘ ساری دنیا کے نظام تمدن میں اسلامی طرز کا انقلاب برپا ہو اور عالم انسانی کی اخلاقی‘ فکری اور سیاسی امامت وریاست اسلام کے ہاتھ میں آجائے۔

ان شعبوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تین مدات تو ایسی ہیں جو ہر اس شخص کیلئے ناگزیر ہیں جو تجدید کی خدمت انجام دے‘ لیکن باقی چھ مدیں ایسی ہیں جن کا جامع ہونا مجدد کیلئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ جس نے ایک‘ دو‘ تین یا چار شعبوں میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دیا وہ بھی مجدد قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس قسم کا مجدد جزوی ہوگا، کامل مجدد نہ ہوگا‘ کامل مجدد صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جو ان تمام شعبوں میں پورا کام انجام دیکر وراثت کا حق ادا کرے۔ (۸)

<u>شیخ سرہندی کے تجدیدی کارنامے:</u> ان علماء و محققین نے شیخ کی خدمات جلیلہ کو صرف خراج عقیدت ہی پیش نہیں کیا ہے‘ بلکہ ان کا گہرائی سے تجزیہ بھی کیا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے شیخ کی تجدیدی خدمات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ انہوں نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں جانے سے روکا اور اس فتنہ عظیم کے سیلاب کا منہ پھیرا جواب سے تین چار سو برس پہلے ہی اسلام کا نام ونشان مٹا دیتا۔

۲۔ تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلائشوں سے‘ جو فلسفیانہ اور راہبانہ گمراہیوں کے سبب اس میں سرایت کرگئی تھی‘ پاک کرکے اسلام کا اصلی اور صحیح تصوف پیش کیا۔

۳۔ ان تمام رسوم جاہلیت کی شدید مخالفت کی جو اس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں اور سلسلہ بیعت وارشاد کے ذریعہ سے اتباع شریعت کی ایک ایسی تحریک پھیلائی جس کے ہزارہا تربیت یافتہ کارکنوں نے نہ صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں میں‘ بلکہ وسط ایشیاء تک پہنچ کر عوام کے اخلاق وعقائد کی اصلاح کی کوشش کی“ (۹)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے بھی شیخ سرہندیؒ کے تجدیدی جہاد کے تین میدان متعین کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے ان فتنوں کے سرچشموں کو دریافت کیا تو دیکھا کہ اصولی طور پر صرف تین راستے ہیں جن سے گمراہیوں اور تباہیوں کے یہ سیلاب آرہے ہیں۔ ایک ارباب حکومت‘ جن کو حالات واتفاقات کی ایک خالص رفتار اور سیاسی مفاد کے ایک غلط تصور اور غلط توقعات نے ”اسلامیات“ سے بیگانہ اور رلا مذہبیت بلکہ ہندویت سے ناآشنا بنادیا۔ دوسرے وہ علماء سوء جن کا مطمح نظر صرف اچھی طرح دنیا کمانا‘ ارباب اقتدار اور امراء وقت کی خوشنودی اور رضاجوئی میں ساعی رہنا اور ان کی خاطر ہر منکر کو معروف بنادینا اور اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کیلئے اسلام میں گنجائش پیدا کرنا ہے‘ تیسرے وہ گمراہ اور برخود غلط صوفی‘ جو شریعت کو ظاہر پرستوں کا کھلونا سمجھتے ہیں اور طریقت و حقیقت کے مقدس ناموں میں انہوں نے اپنی الگ دنیا بنارکھی ہے‘ یہ تھے فتنوں کے تین چشمے‘ حضرت مجددؒ نے بس انہی کو قابو میں لانے اور ان کا رخ صحیح کرنے کے لئے اپنی پوری حکمت وقوت صرف فرمادی“۔ (۱۰)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس بحث کو ایک نئی جہت دی ہے‘ انہوں نے اپنے پیش رو علماء و محققین کی تحقیقات کا گہرائی سے تجزیہ کیا ہے‘ ان کا خیال ہے کہ حضرت کے تجدیدی کارناموں کا تجزیہ کرنے والوں نے انکے اصل تجدیدی کارنامے کی تعیین میں مختلف رائیں پیش کی ہیں۔ مختصراً انہیں تین خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ اس لئے مجدد الف ثانی کہلانے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کو اسلام کے لئے دوبارہ بازیاب کیا اور اس کو برہمنیت یا وحدتِ ادیان کی گود میں جانے سے بچا کر دوبارہ محمد عربی ﷺ اور دینِ حجازی کی تولیت و نگرانی میں دیا۔

دوسرے گروہ کے نزدیک ان کا اصلی تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے طریقت پر شریعت کی فوقیت و بالادستی کو ایسے پُراعتماد مبصرانہ و تجربہ کارانہ اور اس قوت و وضاحت کے ساتھ بیان کیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا اور اس سے طریقت کا شریعت کے تابع بلکہ خادم ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو ان کا اصل تجدیدی کارنامہ یہ سمجھتا ہے‘ انہوں نے وحدۃ الوجود کے عقیدہ و نظریہ پر وہ کاری ضرب لگائی جو اس سے پہلے کسی نے نہیں لگائی تھی اور پھر اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا'' (۱۱)

ان گروہوں کا تجزیہ کرنے کے بعد مولانا ندویؒ نے ان کے تمام تجدیدی کارناموں کا ایک مرکزی نکتہ تلاش کیا ہے‘ اور اسی کے اندر تمام کارنام،ں کو سمو دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''حقیقت میں ان کا اصل کارنامہ جس کے جلو میں ان کے سارے تجدیدی کارنامے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور ان کی تجدید کا اصل سرچشمہ جس سے ان کے تمام انقلابی و اصلاحی کاموں کے چشمے پھوٹتے ہیں اور دریا بن کر سارے عالم اسلام میں رواں دواں ہو جاتے ہیں‘ وہ نبوتِ محمدی اور اس کی ابدیت و ضرورت پر امت کا اعتماد بحال کرنے اور مستحکم کرنے کا وہ تجدیدی و انقلابی کارنامہ ہے جو ان سے پہلے اس تفصیل و وضاحت و قوت کے ساتھ ہمارے علم میں کسی مجدد نے انجام نہیں دیا۔

اس تجدیدی اقدام سے ان تمام فتنوں کا سدباب ہوتا ہے جو اس وقت عالم اسلام میں منہ پھیلائے ہوئے اسلام کے شجرۂ طیبہ اور اس کے پورے اعتقادی‘ فکری اور روحانی نظام کو نگل لینے کے لئے تیار تھے۔ ان میں ایران کی وہ نقطوی تحریک اور اس کے پیرو بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے نبوتِ محمدی اور اس کے بقاء و دوام کے خلاف کھلے طریقہ پر علم بغاوت بلند کیا تھا۔ ان فتنوں میں اکبر کا دینِ الٰہی اور آئینِ جدید بھی شامل ہے جو ہندوستان میں نبوت و شریعت محمدی کی جگہ لینے اور اس کا بدل بننے کا مدعی تھا۔ اس سلسلے میں وحدۃ الوجود کا فلسفہ بھی آتا ہے‘ جو اپنے داعیوں اور علمبرداروں کے بقول کشفی حقائق پر مبنی تھا۔ اسی ضمن میں فرقہ امامیہ کا گروہ بھی آتا ہے جس کے اساسی عقائد میں امامت کا عقیدہ بھی ہے۔

اسی طرح انہوں نے نبوت محمدی پر ایمان واعتماد کی تجدید کی شاہ کلید سے وہ سارے بھاری پیچیدہ قفل کھول دیئے جو یونانی اور ایرانی فلسفہ اور مصری و ہندوستانی اشراقیت نے ایجاد کئے تھے۔ ایک تیر سے ان سب فتنوں کا شکار کیا جن کا مسلمانوں کا ذہین طبقہ نشانہ بنا ہوا تھا'' (۱۲)

طریقہ تجدید: ہر مجدد نے اپنے عہد کے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے اپنا الگ طریقہ کار متعین کیا اور کارہائے تجدید و انقلاب انجام دیئے۔ حضرت شیخ سرہندیؒ نے بادشاہِ وقت' امراء پُر جلال' بڑے بڑے علماء وصوفیا کے ذہن وفکر کا رخ موڑ دیا اور اس کیلئے نہ کوئی تنظیم بنائی' نہ جہاد کا اعلان کیا' نہ ہی کوئی عوامی مہم چلائی' بلکہ نہایت خاموشی کیساتھ ایمان واخلاص کے بل بوتے پر مومنانہ حکمت وفراست سے مختلف محاذوں پر انقلابی تدابیر کرتے رہے اور مختصر عرصہ میں کایا پلٹ دی۔

حضرت مجددؒ کی جدوجہد تین مختلف محاذوں پر تین مختلف طریقوں سے جاری تھی۔

۱۔ خطوط نویسی　۲۔ تصنیف وتالیف　۳۔ حلقہ ارشاد وتربیت

۱۔ خطوط نویسی: اس عظیم انقلابی مہم کو سر کرنے کے لئے حضرت مجددؒ نے جو سب سے اہم وسیلہ اختیار کیا وہ خطوط نویسی ہے' انہوں نے امراء وارکین سلطنت' علماء وصوفیا اور اپنے ارادت مندان کو انفرادی خطوط کے ذریعہ توجہ دلائی اور بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ''صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے'' یہ خطوط اپنے درد واخلاص' جوش وتاثیر' زورِ قلم اور قوتِ انشاء کے لحاظ سے ان خطوط ومکاتب کے ذخیرے میں جو دنیا کی کسی زبان میں اور کسی دینی واصلاحی تحریک کی تاریخ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں' خاص امتیاز رکھتے ہیں اور سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد آج بھی ان میں اثر ودل آویزی پائی جاتی ہے۔ حقیقت میں یہی خطوط مجدد صاحب کی دعوت وتبلیغ کے قاصد' ان کے زخمی دل کے صحیح ترجمان' ان کے قطراتِ اشک اور لختِ ہائے جگر ہیں اور دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا' اس میں ان کا بنیادی حصہ اور سب سے بڑا دخل ہے''۔ (۱۳)

ان بابرکت خطوط نے بہت کم عرصہ میں بڑے بڑے امراء اور صوفیا کے قلوب کو مسخر کرلیا جو شاید ہزاروں تلواریں ٹوٹنے کے بعد بھی رام نہ ہوتے۔

۲۔ علمی وتحقیقی رسائل: حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے مختلف اہم موضوعات پر کتابیں اور رسالے بھی تصنیف فرمائے جو ان کی اس تجدیدی مہم میں نسخہ کیمیا ثابت ہوئے۔ انکی یہ تحریریں بے حد مقبول ہوئیں اور ان کی سینکڑوں نقلیں تیار کی گئیں۔ پریس آجانے کے بعد ان کتابوں کے متعدد زبانوں میں ترجمے ہوئے اور شروح وحواشی لکھے گئے۔

ان کتابوں اور رسائل نے بھی ان کی انقلابی کاوشوں میں چار چاند لگائے' خاص طور سے رسالہ اثبات

النبوۃ،[۱۴] رسال درردّ روافض[۱۵] اور المبداء والمعاد[۱۶] نے شیخ کی آراء کو مدلل کرنے اور مخاطب کو قائل کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔[۱۷]

۳۔ <u>شاگردان وعقیدت مندان اور خلفاء کبار:</u> انفرادی خطوط ورسائل ایک طرف بڑے بڑے سلاطین، امراء اور علماء کے قلوب فتح کرتے رہے تو دوسری طرف شاگردان وارادت مندان بھی جوق در جوق آپ کے حلقہ میں شامل ہو کر اس کار خیر کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کی اس خاموش جدوجہد میں دنیا کے مختلف علاقوں کے ہزاروں افراد نے آپ سے تربیت لی اور ان کے ذریعے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے بقول "ان کے ناموں اور کارناموں کا استقصاء دشوار ہی نہیں، تقریباً ناممکن ہے۔ ان کی تعداد کئی ہزار بتائی جاتی ہے اور وہ تمام دنیا میں منتشر اور سرگرم عمل رہے"[۱۸] تاہم اس بات پر تمام مورخین ومحققین متفق ہیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے کارنامے ان ہی خلفاء واصحاب کی کاوشوں کی وجہ سے ساری دنیا میں پھیلے اور دیرپا ثابت ہو سکے۔

کار تجدید کی تعریف اور حضرت شیخ سرہندی کے تجدیدی کارناموں کا تذکرہ اوپر تفصیل سے آیا ہے۔ اگر مولانا مودودیؒ کے مقرر کردہ معیار کو کسوٹی مان لیا جائے اور اس پر حضرت شیخ احمد سرہندی کے ان تجدیدی وانقلابی کارناموں کو پرکھا جائے تو ان کی خدمات کی تمام تر عظمتوں کے اعتراف کے باوجود ان کے سلسلے میں علماء کا یہ خیال مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجدد کامل تھے، انہیں آنحضرت ﷺ کی نیابت تامہ حاصل تھی، وہ پورے دوسرے ہزاریہ کیلئے مجدد بنائے گئے تھے۔ الحمدللہ اسلام کی روشن تاریخ کے ہر دور میں ایسی متعدد جلیل القدر ہستیاں وجود میں آتی رہی ہیں، جنہوں نے اپنے دور کے حالات وضروریات کے لحاظ سے اس سے بھی زیادہ عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ وغیرہ نے بھی بے شمار انقلابی وتجدیدی کارنامے انجام دیئے، مگر انہیں مجدد کامل تو دور کی بات، مجدد کا بھی خطاب حاصل نہ ہو سکا۔ اس طرح کے مبالغہ آمیز خیالات سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ دعوت وتبلیغ اور کار تجدید کے لئے جو کاوشیں حضرت شیخ سرہندیؒ کے ذریعہ ہوئیں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئیں اور ان کے اثرات ایک ہزار برس تک رہیں گے، اس لئے مزید کد وکاوش کی ضرورت نہیں۔ حضرت شیخ سرہندیؒ کی خدمات ہی عالم اسلام پر بیسویں صدی ہجری تک اثر پذیر رہوں گی۔

اسی طرح مولانا فاروقیؒ، مولانا آزادؒ علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ وغیرہ کے یہ بیانات بھی تحقیق طلب ہیں کہ "ان کے تمام معاصر علماء وصوفیاء ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے"[۱۹] اور حضرت شیخ سرہندیؒ نے یکہ وتنہا الحاد اکبری کا قلع قمع کیا، وہ ہند میں سرمایہ ملت کے اکیلے نگہبان تھے" ان کے معاصرین میں متعدد جلیل القدر علماء ومحدثین موجود تھے، جو انہی کی طرح اصلاح وتجدید کے مشن میں لگے ہوئے تھے

اوران کے بعد بھی متعدد جلیل القدر ہستیاں وجود میں آئیں۔ اس طرح کے بیانات سے ممدوح کی اہمیت تو کچھ ضرور بڑھ جاتی ہے‘ مگر ساتھ ہی معاصرین کے کارناموں کی تنقیص لازم آتی ہیں۔ اسی لئے شیخ محمد اکرام نے ایسے عقیدت مندوں کو سخت تنبیہ کی ہے اور معاصرین کے کارناموں کو اجاگر کیا ہے اوران کی قدر پہچاننے کی تلقین کی ہے۔ (۲۰)

حواشی و مراجع

۱۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ان اللہ یبعث لهذا الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها۔ سنن ابی داؤد‘ کتاب الملاحم‘ باب مایذکر فی قرن المائة۔

۲۔ محمد عبدالحق انصاری‘ تصوف اور شریعت‘ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۲۰۰۱‘ ص ۳۹

۳۔ محمد منظور نعمانی‘ تذکرہ مجدد الف ثانی‘ مقالہ مولانا محمد عبدالشکور فاروقی بعنوان ”امام ربانی“ ناشر الفرقان بک ڈپو لکھنؤ‘ طبع ہشتم‘ ۱۹۹۸ء ص ۲۸۲

۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد‘ تذکرہ (مرتبہ فضل الدین احمد مرزا) انار کلی کتابیات‘ لاہور‘ بدون تاریخ‘ ص ۲۶۴

۵۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی‘ تجدید واحیاء دین‘ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۲۰۰۲ء ص ۸۱

۶۔ تذکرہ مجدد الف ثانی‘ ص ۲۳ ۷۔ تجدید واحیاء دین‘ ص ۴۳ ۸۔ حوالہ مذکور‘ ص ۴۵۔۴۶

۹۔ حوالہ مذکور‘ ص ۸۱۔۸۲ ۱۰۔ تذکرہ مجدد الف ثانی‘ ص ۱۴۳

۱۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی‘ تاریخ دعوت وعزیمت‘ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ‘ بار اول ۱۹۸۰ء‘ ۴ر۱۸۷۔۱۸۸

۱۲۔ حوالہ مذکور‘ ۴ر۱۹۰۔۱۹۲ (ملخصاً) ۱۳۔ حوالہ مذکور‘ ۴ر۳۰۳

۱۴۔ شیخ احمد سرہندی‘ اثبات النبوۃ‘ اردو ترجمہ غلام مصطفیٰ خاں‘ ادارہ مجددیہ کراچی‘ ۱۹۶۳

۱۵۔ شیخ احمد سرہندی‘ رسالہ دررد روافض‘ ادارہ سیدیہ مجددیہ لاہور‘ ۱۹۶۴ء

۱۶۔ شیخ احمد سرہندی‘ المبدأ والمعاد‘ مطبع انصاری‘ دہلی ۱۸۸۹ء

۱۷۔ شیخ سرہندی کی تصانیف‘ خطوط اوران کے بارے میں مختلف زبانوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی تفصیلات جاننے کے لئے رجوع کیجئے:

A selected Bibliography on Shaikh Ahmad Sirhindi, Kabir Ahmed Khan, Muslim World book Review, U.K Vol.12,No. 2. winter 1992, pp65-70

۱۸۔ تاریخ دعوت وعزیمت‘ ۴ر۳۵۵ ۱۹۔ تجدید واحیاء دین‘ ص ۴۶ ۲۰۔ رود کوثر‘ ص ۲۳۸